تجھ سے پہلے عام کہاں تھی، دار و رسن کی بات

ایک طرف توپوں کے دہانے ایک طرف تقریر
زنداں میں بھی ساتھ رہی، آزادی کی توقیر،
خوشبو بن کر پھیلی تیرے خوابوں کی تعبیر
ٹوٹ گئی زنجیر

تجھ سے پہلے عام کہاں تھی دار و رسن کی بات
چاروں جانب چھائی ہوئی تھی محکومی کی رات
اپنے بھی تھے ظلم پہ مائل بیگانوں کے ساتھ
آگے بڑھ کر تونے بدل دی ہم سب کی تقدیر
ٹوٹ گئی زنجیر

گلی گلی میں تیرے چرچے، نگر نگر کہرام
بول کے میٹھی بولی تونے کیا تھا جگ کو رام
جب تک قائم ہے یہ دنیا رہے گا تیرا نام
کون مٹا سکتا ہے تیری عظمت کی تحریر
ٹوٹ گئی زنجیر

ہنسی ہنسی میں تونے کھولے اہلِ ستم کے راز
مرتے دم تک تونے اٹھائے سچائی کے ناز
کہیں دبائے سے دبتی ہے شعلہ صفت آواز
چیر گئی ظلمت کا سینہ لفظوں کی شمشیر
ٹوٹ گئی زنجیر

تیرے خوشہ چین ہوئے ہیں آج بڑے دھنوان
تونے اپنی آن نہ بیچی کیسی تیری شان
بات پہ اپنی جو مٹ جائے وہی ہے بس انسان
شاہ تجھے کہتی ہے دنیا، تو تھا ایک فقیر
ٹوٹ گئی زنجیر

حبیب جالب